أردو
٢

منهج الحديث

(المستوى الثاني)

حدیث۔ ٢

اعداد: عبدالہادی عبدالخالق مدنی

المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات في الأحساء

تحت إشراف وزارة الشئون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد

شعبۂ اردو۔ احساء اسلامک سینٹر

پوسٹ بکس نمبر: ٢٠٢٢۔ ہفوف۔ الاحساء۔ ٣١٩٨٢۔ ٹیلیفون: ٢٣٦۔ ٥٨٦٦٦٧٢

AL-AHSA ISLAMIC CENTER

P.O. BOX 2022, HOFUF, AL-AHSA, 31982

حدیث نمبر(۱):

مسکراتے چہرے کے ساتھ ملنا نیکی ہے

عن أَبي ذَرٍّ – رضي الله عنه – ، قَالَ : قَالَ لي رسول الله – صلى الله عليه وسلم – : ((لاَ تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئاً ، وَلَوْ أنْ تَلْقَى أخَاكَ بوَجْهٍ طَلْقٍ)) رواه مسلم .

ترجمہ:

ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((بھلائی میں سے کسی چیز کو تم ہر گز حقیر مت سمجھو اگرچہ تمہارا اپنے بھائی سے مسکراتے چہرے کے ساتھ ملنا ہی کیوں نہ ہو))۔ (یہ امام مسلم کی روایت ہے)۔

حدیث کے راوی کی تعریف:

حدیث کے راوی ابو ذر رضی اللہ عنہ ہیں جو نہایت عبادت گزار صحابی تھے۔ پہلے ایمان لانے والے اور مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بھی ہیں۔ ان کے فضائل اور مناقب بہت زیادہ ہیں۔ ان کا انتقال عہد عثمانی ۳۲ھ میں ہوا۔

حدیث کا اجمالی معنیٰ:

یہ حدیث ہمیں بتلاتی ہے کہ ہر وہ کام جس کا شرعی نقطۂ نگاہ سے کرنا بہتر اور بھلا ہو، کسی مسلم کے لئے مناسب نہیں کہ اسے کرنے میں حقارت سمجھے، نیز ایک مسلم کو چاہئے کہ وہ اپنے دوستوں سے خندہ پیشانی، خوشی اور مسکراہٹ کے ساتھ ملے کیونکہ انسان کا ظاہر اس کے اندر کی ترجمانی کرتا ہے، اس لئے اپنے مسلم بھائیوں سے اس انداز سے ملنا حقیقت میں ان کے اندر محبت اور سرور کو اُجاگر کرتا ہے۔

مذکورہ حدیث سے فائدے:

۱. نیک کام کو حقیر نہ سمجھنا چاہئے خواہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔
۲. ساتھیوں کے ساتھ نرمی اور خندہ پیشانی سے پیش آنا۔
۳. اسلامی بھائی چارگی کو مضبوط بنانے والی چیزوں پر اُبھارنا۔
۴. اپنے بھائی کے چہرہ میں خوشی کا اُجاگر کرنا نیکی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

حدیث نمبر(۲):

بھلائی کی طرف بلانے کی فضیلت

عن أَبي هريرة – رضي الله عنه – : أنَّ رَسُول الله – صلى الله عليه وسلم – ، قَالَ : ((مَنْ دَعَا إِلَى هُدَىً ، كَانَ لَهُ مِنَ الأَجْرِ مِثْلُ أجُورِ مَنْ تبعَه ، لاَ يَنْقُصُ ذلِكَ مِنْ أجُورِهِمْ شَيئاً ، وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلاَلَةٍ ، كَانَ عَلَيهِ مِنَ الإثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ ، لاَ يَنْقُصُ ذلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيئاً)) رواه مسلم .

ترجمہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((جس نے ہدایت اور صحیح راہ کی طرف دعوت دی، اس کے لئے اسی قدر اجر وثواب ہے جس قدر اس پر چلنے والے کے لئے نیکیاں اور اجر ہے، ان کی نیکیوں میں سے اس کی نیکی کچھ بھی کمی نہیں کرے گی، اور جس نے ضلالت وگمراہی کی طرف بلایا، تو اس پر گناہ ہے ان کے گناہوں کی طرح جو اس پر چلے، ان کے گناہوں میں سے اس کا گناہ کچھ کمی نہیں کرے گا))۔ (یہ امام مسلم کی روایت ہے)۔

حدیث کے راوی کی تعریف:

یہ عبد الرحمن بن صخر الدوسی رضی اللہ عنہ ہیں، غزوۂ خیبر کے سال ۷ھ میں اسلام لائے، اور علم دین کے خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کو لازم پکڑ لیا، ان کا شمار زیادہ حدیثیں یاد رکھنے والے صحابہ میں ہوتا ہے۔

حدیث کا اجمالی معنی:

ہمارے رسول ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو خیر اور نیک کام کرنے اور اس کی طرف اوروں کو دعوت دینے کی طرف ترغیب دیتے ہوئے بتلاتے ہیں کہ جس نے دوسروں کو ہدایت کی طرف رہنمائی کی اسے اللہ کی طرف سے عظیم ثواب ملتا ہے، نیز اس داعی (خیر کی طرف بلانے والے) کا ثواب اس کار خیر پر عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ بھی کمی اور نقص نہیں کرے گا۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے (مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ) جس نے بھلائی کی بات بتلائی تو اس کے لئے ویسا ہی صلہ اور نیکی ہے جس طرح اس پر صلہ اور نیکی عمل کرنے والے کے لئے ہے۔ اور جس نے کسی کو فریب دے کر کسی گناہ کے کام کی طرف بلایا خواہ وہ گناہ معمولی اور تھوڑا ہی کیوں نہ ہو، یا اس

گناہ کو کرنے کا حکم دیا یا اس پر کسی طرح سے اس کی مدد کی، تو اس پر اسی قدر گناہ کا بوجھ ہے جس قدر اس گناہ پر عمل کرنے والے پر گناہ کا بوجھ ہے۔

آپ ذرا غور کریں ان لوگوں کے بارے میں جو اللہ کی شریعت سے منہ موڑ کر بے نیازی اپناتے ہیں اور خود ساختہ قوانین پر عمل کرتے ہیں اور ان الحادی مذاہب پر عمل کرتے ہیں جو تباہ کن اور خطرناک ہیں، یہ اور اس قسم کے تمام لوگ اللہ کی کتاب سے اعراض کرنے والے اور صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے لوگ ہیں، انہیں لوگوں پر ان تمام انحرافات کا گناہ پڑے گا جس کی وجہ سے نوجوان صحیح سچی راہ اور اللہ کے دین مستقیم سے دور ہو جائیں گے۔

مذکورہ حدیث سے فائدے:

۱. خیر کی طرف دعوت دینے اور اس کی طرف رغبت دلانے کی فضیلت اور اس پر اللہ کی طرف سے ثواب عظیم ہے۔

۲. بھلائی کی طرف بلانے والے (داعی) کا ثواب اس پر عمل کرنے والے کے ثواب میں کچھ بھی کمی نہیں کرے گا۔

۳. جو بدعت یا ضلالت کی طرف بلائے یا لوگوں کو اللہ کے دین سے دور اور منحرف ہونے کا سبب بنے اس کے لئے سخت وعید ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

حدیث نمبر(۳):

آپسی بغض وحسد کی حرمت

عن أنس – رضي الله عنه –: أنَّ النَّبيّ – صلى الله عليه وسلم – قَالَ: ((لاَ تَبَاغَضُوا، وَلاَ تَحَاسَدُوا ، وَلاَ تَدَابَرُوا ، وَلاَ تَقَاطَعُوا ، وَكُونُوا عِبَادَ الله إخْوَاناً ، وَلاَ يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أنْ يَهْجُرَ أخَاهُ فَوْقَ ثَلاَثٍ)). متفق عَلَيْهِ .

ترجمہ:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((تم لوگ آپس میں ایک دوسرے سے بغض نہ رکھواور نہ ایک دوسرے سے حسد کرواور نہ ہی ایک دوسرے سے قطع تعلق کرو، بلکہ اے اللہ کے بندو! تم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی بھائی بن کر رہو، اور کسی مسلم بھائی کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق کئے رہے))۔(یہ بخاری اور مسلم کی روایت ہے)

حدیث کے راوی کی تعریف:

اس حدیث کے راوی انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہیں، آپ سے بھی بہت زیادہ حدیثیں مروی ہیں، آپ کا انتقال ۹۲ھ میں ہوا۔

حدیث کا اجمالی معنی:

اس حدیث کے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہماری رہنمائی فرمارہے ہیں ایسے محبوب اور پیارے امر کی طرف جس پر چل کر ہم آپس میں بھائی چارگی برقرار رکھ سکتے ہیں، نیز ایک دوسرے سے محبت ایک دوسرے سے الفت، لگاؤ اور ایک دوسرے سے اخوت قائم رہ سکتی ہے. نیز ہم ایک دوسرے کے ساتھ ایسا سنہری اور حسن ترین اسلامی معاملہ اپنائیں جو ہمیں مکارم اخلاق کی طرف رہنمائی کرے اور سوئے خلق اور بری عادتوں سے دور رکھے. اور ہمارے دلوں سے کینہ کپٹ بغض و نفرت کو دور کردے، اور ہمارے آپسی معاملہ کو اسلامی شریف پاکیزہ معاملہ بنادے. نیز یہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سبق دے رہی ہے کہ نسب اور نکاح کے رشتہ سے کہیں زیادہ بڑھکر عظیم تر قوی رشتہ اسلامی اخوت اور دینی بھائی چارگی کا رشتہ ہے، کیونکہ اس کی بنیاد اور اساس ایمان باللہ پر ہے. اسی لئے کسی مسلم کو یہ زیب اور مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلم بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق اور اعراض کئے رہے. البتہ اگر قطع تعلق کسی دینی سبب سے ہے تو پھر جب تک وہ دین کی مخالفت سے باز نہ آجائے تب تک اس سے قطع تعلق روا رکھ سکتے ہیں۔

حدیث کے فوائد:

١. ایک دوسرے سے بغض وکینہ، ایک دوسرے سے حسد ونفرت ایک دوسرے سے قطع تعلق حرام ہے۔

٢. اس حدیث میں کسی بھی طریقہ اور سبب کے ذریعہ مسلم کو اذیت اور تکلیف پہنچانے سے روکا گیا ہے۔

٣. ایک مسلم کا اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھنا اور اس سے بات چیت بند رکھنا حرام ہے۔

۴. یہ ترک تعلق مسلم کی صفت اور اخلاق میں سے نہیں۔

۵. مسلمانوں کو آپسی میل ومحبت اور بھائی چارگی پر ابھارنا۔

☆☆☆☆☆☆☆

حدیث نمبر(۴):

کھانے پینے کے آداب اور طور طریقے

عن عمر بن أَبي سَلَمَة رضي الله عنهما ، قَالَ : كُنْتُ غُلاماً في حِجْرِ رسولِ الله – صلى الله عليه وسلم –، وَكَانَتْ يَدِي تَطِيشُ في الصَّحْفَةِ ، فَقَالَ لي رسولُ الله – صلى الله عليه وسلم – : ((يَا غُلامُ ، سَمِّ اللهَ تَعَالَى ، وَكُلْ بِيَمِينكَ ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ)) متفقٌ عَلَيْهِ .

ترجمہ:

عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش یعنی کفالت میں تھا، میرا ہاتھ کھانے کے برتن میں اِدھر اُدھر پھرتا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ((اے بچے! بسم اللہ پڑھو، اور اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور جو تمہارے قریب ہے اس میں سے کھاؤ))۔ (یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے)۔

حدیث کے راوی کی تعریف:

یہ عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آپ کی پرورش ہوئی، ۲ھ میں آپ پیدا ہوئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو بحرین پر گورنر مقرر کیا، مدینہ میں ۸۳ھ میں وفات ہوئی۔

حدیث کا اجمالی معنیٰ:

حدیث میں کھانا کھانے سے پہلے ﴿بِسْمِ اللَّهِ﴾ کہنے اور داہنے ہاتھ سے کھانا کھانے کی دلیل ہے، نیز بائیں ہاتھ سے کھانے پینے کی حرمت پر بھی دلیل موجود ہے اسلئے کہ یہ شیطان کا فعل اور اس کی عادت اور وطیرہ ہے. مسلم کو گو فاسقوں کے طور طریقوں سے اجتناب برتنے کو کہا گیا ہے، لیکن یہ تو شیطانی فعل ہے (بائیں ہاتھ سے کھانا اور بسم اللہ نہ کہنا) اس سے بدرجہ اولی بچنا ہے. نافع کی روایت میں اتنی اور حدیث زیادہ ہے (اَلْأَخْذُ وَالْعَطَاء) یعنی کسی سے کچھ لینا ہو یا دینا ہو تو داہنے ہاتھ ہی کا استعمال کریں، اسی طرح سے جو کھانا سب سے قریب تر ہو مسلم اس میں سے کھائیں۔

حدیث کے فوائد:

۱. کھانا شروع کرنے سے پہلے ﴿بِسْمِ اللَّهِ﴾ کہنا شرعاً ثابت ہے۔

۲. اگر تم شروع میں ﴿بِسْمِ اللَّهِ﴾ کہنا بھول گئے تو یاد آنے پر کہو (بِسْمِ اللهِ أَوَّلُهُ وَ آخِرَهُ) اللہ

کے نام سے شروع میں اور آخر میں۔

۳. جب تم کھانا کھاؤ تو داہنے ہاتھ سے اور پانی پیو تو داہنے ہاتھ سے پیو۔

۴. کھانے اور پینے کے بعد ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ کہنا۔

۵. جب کھانے پر بیٹھو تو اپنے سے قریب تر کھانا کھاؤ۔

☆☆☆☆☆☆☆

حدیث نمبر(۵):

چھینک کے آداب

عن أَبي هريرة – رضي الله عنه –:، عن النبيِّ – صلى الله عليه وسلم –، قَالَ : ((إِذَا عَطَسَ أحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ : الحَمْدُ لله ، وَلْيَقُلْ لَهُ أخُوهُ أَوْ صَاحِبُهُ : يَرْحَمُكَ الله . فإذَا قَالَ لَهُ : يَرْحَمُكَ اللهُ ، فَليَقُلْ : يَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ)) رواه البخاري .

ترجمہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((جب تم میں سے کوئی چھینکے تو اس کو چاہئے کہ وہ (الحَمْدُ لله) کہے، اور اس کے جواب میں اس کا دینی بھائی یا ساتھی اس کے لئے (يَرْحَمُكَ الله) کہے، تو جب یہ اس کے لئے (يَرْحَمُكَ الله) کہے، تو پھر چھینکنے والا اس کے جواب میں (يَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ) کہے۔(یہ امام بخاری کی روایت ہے)۔

حدیث کے راوی کی تعریف:

یہ عبد الرحمن بن صخر الدوسی رضی اللہ عنہ ہیں، خیبر کے سال ۷ ھ میں اسلام لائے اور علم دین کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کو لازم پکڑ لیا، ان کا شمار بڑے حفاظ حدیث صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے۔

حدیث کا اجمالی معنی:

اس حدیث کے اندر چھینکنے والے پر اللہ کی عظیم نعمت کی دلیل ہے، جیسا کہ اس پر ثبوت وہ خیر ہے جو اسے مل رہا ہے. نیز اس کے اندر اللہ کا اپنے بندہ کے اوپر عظیم فضل واحسان کا اشارہ بھی ہے، اسلئے کہ اللہ تعالی نے عطاس یعنی چھینک جیسی نعمت کے ذریعہ اس کو لاحق ہونے والے ضرر اور بیماری سے نجات دے دی، جس کی بنا پر اس کے لئے الحمد للہ کہنا مشروع کیا جس پر اسے ثواب ملے گا اور پھر خیر اور بھلائی کی دعا کرنا اس شخص کے حق میں جو اسے اس چھینک پر خیر کی دعا کا جواب دے یعنی یرحمک اللہ کہے۔

چونکہ عاطس یعنی چھینکنے والے کو چھینک کے ذریعہ اللہ کی طرف سے بہت بڑا سکون وآرام اور عظیم راحت حاصل ہوتی ہے کہ اس چھینک سے اس کے دماغ میں پھوٹی ہوئی بدبودار ہوا اور ضرر رساں چیز خارج ہو جاتی ہے کہ اگر وہ یوں ہی اس کے دماغ میں باقی موجود رہے تو اس سے عظیم خطرناک مہلک بیماری لاحق ہو سکتی ہے، اسی لئے اس چھینک جیسی عظیم نعمت وکرم کے صلے میں جو کہ بدن کو جھنجھوڑ اور ہلا کر رکھ دیتی ہے جس طرح کی زمین کو زلزلہ جھنجھوڑ کر رکھ دیتا

ہے پھر بھی آدمی کے تمام اعضاء جسمانی اپنی اپنی جگہ بالکل صحیح سلامت اور اپنی اصلی جگہوں پر باقی رہتے ہیں. اللہ تعالی نے الحمد للہ کہنااس کے لئے مشروع قرار دیا۔

حدیث کے فوائد:

۱. جہاں تک ہو سکے چھینک کی آواز کو ہلکی رکھے۔

۲. چھینکنے کے وقت منہ پر ہاتھ یا دستی رکھنا چاہئے۔

۳. چھینکنے والا چھینک کے وقت (الحَمْدُ لله) کہے۔

۴. چھینکنے والے کے لئے سننے والا (يرْحَمُكَ الله) کہےاور اللہ کی حمد اور تعریف کرے۔

۵. جس نے (يرْحَمُكَ الله) کہااس کے جواب میں چھینکنے والا پھر اس کے لئے (يَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ) کہے۔

۶. چھینکنے والے کو دعا دینے پر لوگوں کو ابھارنا، اس طرح مسلمانوں کے درمیان میل محبت اور الفت و ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

حدیث نمبر(٦):

سچ بولنے کی ترغیب اور جھوٹ بولنے کی ممانعت

عن ابن مسعود – رضي الله عنه – ، عن النَّبيّ – صلى الله عليه وسلم – ، قَالَ : ((إنَّ الصِّدقَ يَهْدِي إِلَى البرِّ ، وإنَّ البر يَهدِي إِلَى الجَنَّةِ ، وإنَّ الرَّجُلَ لَيَصدُقُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ الله صِدِّيقاً . وَإنَّ الكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الفُجُورِ ، وَإنَّ الفُجُورَ يَهدِي إِلَى النَّارِ، وَإنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكتبَ عِنْدَ الله كَذَّاباً)) مُتَّفَقٌ عَلَيهِ .

ترجمہ:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((تم سچائی کو اپنے اوپر لازم کرلو، پس بے شک سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے، آدمی مسلسل سچ بولتا ہے اور ہمیشہ اسے سچ ہی کی تلاش رہتی ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک صدیق یعنی بالکل سچا لکھا جاتا ہے. تم جھوٹ بولنے سے سخت بچو، اسلئے کہ جھوٹ فسق وفجور یعنی بد اخلاقی برے اور گھٹیا کردار کی طرف لے جاتا ہے، اور فسق وفجور نار جہنم کی طرف لے جاتے ہیں آدمی مسلسل جھوٹ بولتا ہے اور اسے ہمیشہ جھوٹ ہی کی تلاش رہتی ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک کذاب یعنی بہت بڑا جھوٹا لکھا جاتا ہے))۔(یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے)۔

حدیث کے راوی کی تعریف:

یہ ابوعبدالرحمن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں پہلے اسلام لانے والے صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین میں سے ہیں۔ ان کا شمار ذہانت والے ذی علم اور فقہائے صحابہ میں ہوتا ہے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ستر (٧٠) سورتیں یاد کیں، ان کا انتقال مدینہ میں ٣٢ھ میں ہوا، اس وقت ان کی عمر ساٹھ (٦٠) سال کی تھی.

حدیث کا اجمالی معنی:

حدیث شریف میں اس بات کی طرف صاف اشارہ موجود ہے کہ جو شخص سچائی اپناتا اور اسی کی تلاش وجستجو میں رہتا ہے اس کی تمام گفتگو میں سچ ہی رچا بسا ہے تو اس طرح سچائی اس کی عادت بن جاتی ہے. اور جو شخص جھوٹ اور کذب کو اپناتا ہے اور ہمیشہ اسے جھوٹ اور کذب ہی بولنے کی عادت ہے تو اس طرح جھوٹ اس کی عادت بن جاتی ہے. بنابریں یہ دونوں صفتیں یعنی سچ اور جھوٹ آدمی کی اپنی عادت بنانے پر منحصر ہیں، جو سچ کی عادت بنائے اور اس پر چلے اور قائم رہے اس کی عادت سچ کی پڑ جاتی ہے، اور جو جھوٹ اپنائے اور اس پر چلے اس کی عادت جھوٹ کی پڑ جاتی

ہے. یہ حدیث سچائی کے مقام بلند اور اس کی عظمت شان پر دلالت کرتی ہے اور سچ آدمی کو اپنے ساتھ جنت میں لے جائیگی، اسی طرح حدیث، کذب کی قباحت عظیم پر دلالت کرتی ہے اور یہ کذب اپنے ساتھی کو نار جہنم میں لے جائیگی۔

حدیث کے فوائد:

۱. صدق اور سچائی اخلاق حمیدہ یعنی بہترین اخلاق میں سے ہے جن پر چلنے اور اپنانے کے لئے اسلام نے ہمیں رغبت دلائی ہے۔

۲. اسلام کے اصولوں میں سے یہ بات بھی ہے کہ آدمی کی بات ہمیشہ وہی ہو جو اس کے دل میں ہے یعنی قول دل کا سچا ترجمان ہو۔

۳. صدق اور سچائی دنیا اور آخرت میں نجات کے لئے سب سے اچھا اور بہترین وسیلہ اور ذریعہ ہے۔

۴. جس مومن کی خوبی صدق اور سچائی ہو وہ اللہ تعالی اور انسانوں کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہوتا ہے۔

۵. اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو یہی تعلیم دینی چاہیئے کہ صدق ہی دنیا و آخرت میں نجات کا اچھا طریقہ ہے۔

۶. جو تعلیمی کام یعنی ہوم ورک (Home Work) دئے گئے، گھر سے مکمل کر کے لانے کے لئے اس میں کوتاہی اور نہ کر کے لانے کے سلسلے میں جب مدرس سوال کرے تو بالکل صحیح اور سچی بات بتلانا چاہیئے۔

۷. کذب اور جھوٹ بد ترین عادت ہے، اسلام نے اس سے روکا ہے۔

۸. جس کی لت اور عادت کذب اور جھوٹ کی پڑ گئی ہے اس کو نصیحت کرنا اور جھوٹ چھوڑ کر صدق اور سچائی اپنانے کی تلقین اور نصیحت کرنا واجب ہے۔

۹. کذب اور جھوٹ نار جہنم میں لے جانے کا راستہ ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

حدیث نمبر(۷):

سلام کی فضیلت اور اسے عام کرنے کا حکم

عن عبد اللهِ بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما : أنَّ رَجُلاً سَأَلَ رسول الله – صلى الله عليه وسلم – : أيُّ الإسلامِ خَيْرٌ ؟ قَالَ : ((تُطْعِمُ الطَّعَامَ ، وَتَقْرَأُ السَّلاَمَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ)) متفقٌ عَلَيْهِ .

ترجمہ:

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کونسی چیز اسلام میں زیادہ خیر وبرکت والی ہے؟آپ ﷺ نے فرمایا: ((تم کھانا کھلاؤ اور ہر جانے انجانے آدمی سے سلام کرو))۔ (یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے)۔

حدیث کے راوی کی تعریف:

یہ عبداللہ بن عمرو بن العاص بن وائل السہمی رضی اللہ عنہ قبیلۂ قریش سے ہیں،ان کا سلسلۂ نسب نبی ﷺ سے آپ کے دادا کعب بن لؤی میں جاکر مل جاتا ہے۔ پہلے اسلام لانے والے صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین میں سے ہیں،آپ سے بھی بہت زیادہ حدیثیں مروی ہیں۔

حدیث کا اجمالی معنی:

(السلام) اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک نام ہے،جب بندۂ مسلم کہتا ہے (السلام علیکم) تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تم اللہ کی حفاظت اور رعایت میں رہو جس طرح اللہ تعالی اپنے علم اور قدرت کے ذریعہ تمہارے ساتھ ہے اور اللہ تمہارا ساتھی ہو یعنی تمہاری دیکھ ریکھ فرمائے. اور دوسرا معنی یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ (السلام) سلامتی کے معنی میں ہے،یعنی اللہ کی سلامتی تمہارے ساتھ ہمیشہ قائم ودائم رہے. کم سے کم سلام یہ ہے کہ کہے (السلام علیکم) خواہ جس سے سلام کیا ہے وہ تنہا ایک ہی آدمی کیوں نہ ہو،یہ سلام درحقیقت اس کو اور اس کے ساتھ موجود فرشتوں کو بھی شامل ہے،اور افضل سلام یہ ہے کہ (ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) بھی کہے. جس پر سلام کیا ہے اگر وہ ایک ہی شخص ہے تو اس پر سلام کا جواب دینا فرض عین ہے،لیکن اگر زیادہ لوگ ہیں یعنی جیسے کہ ایک جماعت ہے تو پھر ایسی شکل میں ان سب کے حق میں فرض کفایہ ہے،یعنی اگر اس میں سے کچھ نے اس کا جواب دے دیا تو سب کی طرف سے ادا ہو گیا۔

حدیث کے فوائد:

۱. سلام کرنا سنت ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے۔

۲. صباح الخیر (Good Morning) یا مساء الخیر (Good Evening) دین اسلام میں اس طرح کے سلام کرنے کا طریقہ ثابت نہیں ہے۔

۳. پہچان والا غیر پہچان والا ہر مسلم سے سلام کرنا بہتر ہے۔

۴. لفظ (السلام علیکم) بول کر اشارہ کے ذریعہ سلام کرنا جائز ہے اگر تمہارا ساتھی تمہاری آواز کو نہیں سن پارہا ہے۔

۵. ٹیلیفون پر پہلے مخاطب سے سلام کرنا چاہئے۔

۶. مجلس سے اٹھ کر جاتے وقت سلام کرنا چاہئے۔

۷. فقراء، مساکین، محتاج اور یتیم وغیرہ کو کھانا کھلانے اور سلام کو عام کرنے کی ترغیب دینی چاہئے۔

☆☆☆☆☆☆☆

حدیث نمبر(۸):

پائخانہ کے آداب

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ: ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ)). متفق عليه.

ترجمہ:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو کہتے ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ)) ((اے اللہ! میں خبیث جن کے مردوں اور خبیثہ جن کی عورتوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں" (یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے)۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ: ((غُفْرَانَكَ)). (رواه الترمذي و غيره)۔

ترجمہ:

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء سے باہر آتے تو فرماتے: ((غُفْرَانَكَ)) ((اے میرے رب! میں تیری بخشش چاہتا ہوں))۔ (یہ امام ترمذی کی روایت ہے)

صحابی کی تعریف:

یہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، انصاری صحابی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے، یہ بھی زیادہ حدیثوں کے راوی ہیں۔

صحابیہ کی تعریف:

یہ عائشہ بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ ہیں، بڑی فقیہہ اور عالمہ تھیں، ان سے بہت زیادہ حدیثیں مروی ہیں۔

دونوں حدیثوں کا اجمالی معنیٰ:

جہاں بیت الخلاء بنے ہیں ان میں قضاء حاجت کے لئے جاتے وقت مذکورہ دعا پڑھنی چاہئے، اسی طرح جہاں کہیں بھی آپ قضاء حاجت کے لئے جائیں خواہ وہاں بیت الخلاء نہ بنے ہوں جیسے کہ دیہات وغیرہ میں کھیتوں، نالوں یا صحرا میدان وغیرہ میں تو آپ وہاں بھی قضاء حاجت کے وقت یہ دعا پڑھیں، کیونکہ وہاں بھی شیاطین پہنچ جاتے ہیں.

انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے یہ دعا پڑھتے تھے، تو ہمیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرتے ہوئے بلند آواز سے پڑھنی چاہئے.

حدیث کے فوائد:

١. قضاء حاجت کی جگہ میں داخلہ کے وقت ((**اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ**)) پڑھنا مستحب ہے۔

٢. بیت الخلاء یا حمام میں داخلہ کے وقت بایاں پیر اور نکلتے وقت دایاں پیر نکالنا مستحب ہے۔

٣. قضاء حاجت کی جگہ سے نکلنے کے بعد ((**غُفْرَانَكَ**)) کہنا مستحب ہے۔

٤. حمام وغیرہ میں اللہ کے ذکر واذکار سے سخت پرہیز کرنے پر قائم رہنا چاہئے۔

٥. حمام میں اللہ کا ذکر کرنے سے لوگوں کو روکنا چاہئے۔

☆☆☆☆☆☆☆

حدیث نمبر(٩):

غصہ ہونے سے روکنا

عن أبي هريرةَ – رضي الله عنه – : أنَّ رَجُلاً قَالَ للنبي – صلى الله عليه وسلم – : أوصِنِي . قَالَ : ((لا تَغْضَبْ)) فَرَدَّدَ مِراراً ، قَالَ : ((لاَ تَغْضَبْ)) رواه البخاري .

ترجمہ:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مجھے کچھ وصیت کیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ((غصہ مت کر)) اس نے بار بار اپنی بات دہرائی کہ کچھ نصیحت کیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہر بار یہی جواب دیا کہ ((غصہ مت کر))۔(یہ امام بخاری کی روایت ہے)۔

حدیث کے راوی کی تعریف:

یہ عبدالرحمن بن صخر الدوسی رضی اللہ عنہ ہیں، خیبر کے سال ۷ ھ میں اسلام لائے اور علم دین کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لازم پکڑ لیا، ان کا شمار بڑے حفاظ حدیث صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے۔

حدیث کا اجمالی معنیٰ:

غیض وغضب اور غصہ سے باز رہنے اور روکنے پر اس حدیث میں دلیل موجود ہے، نیز غصہ دلانے والے حالات اور اسباب سے اجتناب اور پرہیز ضروری ہے. ایسے ہی ان چیزوں سے چھیڑ چھاڑ نہیں ہونی چاہئے جو خواہ مخواہ غصہ پیدا کردے. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کرنے والے کو صرف غصہ سے باز رہنے ہی کی وصیت کی، یہ اس لئے کہ وہ بہت زیادہ غصہ ور انسان تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر آدمی کو وہی فتویٰ دیتے تھے جس کا وہ واقع الامر میں زیادہ مستحق اور لائق ہوتا تھا. اس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول ((لا تَغْضَبْ)) میں دنیا اور آخرت کی خیر اور بھلائی جمع کردی، اسلئے کہ غضب کا انجام کار قطع تعلق اور ایک کا دوسرے سے الگ ہو جانا ہوتا ہے اور رفق ومحبت کا ختم ہو جانا ہوتا ہے. نیز یہ غضب آدمی کو ایسی راہ پر چلا دیتا ہے جس سے وہ مغضوب علیہ کو یعنی جس پر غصہ ہوا ہے، ایسی تکلیفیں پہنچا دیتا ہے جو کسی بھی صورت میں روا اور جائز نہیں ہوتا ہے، تو پھر اس طرح سے غصہ ور کے دین میں نقص اور کوتاہی واقع ہو جاتی ہے۔

حدیث کے فوائد:

۱. اسلام نے غضب اور غصہ سے روکا ہے کیونکہ اس کے نتائج نقصان دہ ہوتے ہیں۔
۲. غضب سے بچنا چاہئے اسلئے کہ یہ شیطانی عمل ہے۔
۳. مسلم بغیر حق کے کسی پر غصہ نہیں ہوتا۔
۴. حلم اور بردباری اور سنجیدگی اچھی صفات میں سے ہیں۔
۵. جو زیادہ غصہ ہوتا ہے وہ زیادہ پشیمان اور نادم ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

حدیث نمبر(١٠):

پسندیدہ اخلاق

عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما ، قَالَ : لَمْ يكن رسولُ الله – صلى الله عليه وسلم – فَاحِشاً وَلاَ مُتَفَحِّشاً ، وكان يَقُولُ : ((إنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أحْسَنَكُمْ أخْلاَقاً)) متفقٌ عَلَيْهِ .

ترجمہ:

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا اللہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قول و عمل میں بد خلق یعنی گندے اور برے اخلاق والے نہیں تھے، اور نہ ہی بد خلقی کو پھیلانے والے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: ((تم میں اچھے اور بہترین لوگ وہ ہیں جو اخلاق میں سب سے اچھے ہیں))۔ (یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے)۔

حدیث کے راوی کی تعریف:

یہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص بن وائل السہمی رضی اللہ عنہ قبیلۂ قریش سے ہیں، ان کا سلسلۂ نسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے دادا کعب بن لوی میں جا کر مل جاتا ہے۔ پہلے اسلام لانے والے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے ہیں، آپ سے بھی بہت زیادہ حدیثیں مروی ہیں۔

حدیث کا اجمالی معنیٰ:

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسن خلق یعنی بہترین پسندیدہ اخلاق والے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو قول و عمل میں فحش اور برے تھے اور نہ ہی فحش اور گھٹیا اخلاق کو پھیلانے والے تھے۔ "الفُحش" کہتے ہیں ہر وہ چیز جو اپنے مقدار اور دائرۂ حدود سے باہر نکل جائے، یہاں تک کہ وہ معیوب، قبیح اور ذلت والی چیز سمجھی جائے، اور یہ قبیح اور معیوب چیز قول، فعل اور صفت تمام چیزوں کے اندر ہوتی ہے۔ "الفَاحِش" ایسا شخص جو فحش اور بری چیز کہے۔ "المُتفَحِّش" ایسا شخص جو فحش اس لئے کہے تاکہ اسے سن کر لوگ ہنسیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ فَاحِشٍ مُتَفَحِّشٍ (رواه أحمد وحسنه الألباني) ((اللہ تعالیٰ کسی فاحش اور متفحش کو پسند نہیں کرتا ہے))۔

حدیث کے فوائد:

١. اس حدیث سے اسلامی نظام حیات کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ یہ شریعت اسلامی تمام مسلمانوں کو کریمانہ

افضل اخلاق اپنانے کی تعلیم دیتی ہے۔ بطور مثال کسی کو اذیت اور تکلیف پہنچانے سے باز رہنا، مسکراہٹ اور خندہ پیشانی سے لوگوں کا استقبال کرنا، خیر اور بھلائی کا معاملہ اور برتاؤ کرنا۔

۲. اخلاق فاضلہ کو اپنانا اور ذلیل اور گھٹیا عادتوں کو ترک کر دینا واجب ہے۔

۳. قیامت کے دن حسن خلق آدمی کو رسول اکرم ﷺ کے مقام اور منزل کے قریب کر دے گا۔

۴. ہر مسلم ایک دوسرے کا احترام کرے اور آپس میں اپنے معاملات کو حسن خلق کے ذریعہ نپٹائے۔

۵. جو اخلاق حسنہ کو اپنائے گا اسے اللہ تعالی کی محبت حاصل ہو گی۔

۶. لوگوں میں اچھے اور شریف لوگ ہی اخلاق حسنہ کے حامل بھی ہوتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

حدیث نمبر(۱۱):

معافی اور خطاؤں پر در گزر کرنا

عن عائشة رضي الله عنها ، قالت : مَا خُيِّرَ رسول الله – صلى الله عليه وسلم – بَيْنَ أمْرَيْنِ قَطُّ إلاَّ أَخَذَ أيْسرَهُمَا ، مَا لَمْ يَكُنْ إثْماً ، فَإنْ كَانَ إثْماً ، كَانَ أبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ . وَمَا انْتَقَمَ رسول الله – صلى الله عليه وسلم – لِنَفْسِهِ في شَيْءٍ قَطُّ ، إلاَّ أن تُنْتَهكَ حُرْمَةُ الله ، فَيَنْتَقِمَ للهِ تَعَالَى . متفقٌ عَلَيْهِ .

ترجمہ:

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں: ((اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دنیاوی معاملات میں جب بھی کسی دو چیزوں کے درمیان ایک چیز کو اپنانے کے لئے اختیار دئے گئے، تواس میں سے جو سب سے زیادہ آسان چیز تھی اسی کو اختیار کیا، بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو. اگر وہ چیز گناہ والی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے کہیں زیادہ بڑھکر اس سے دور رہنے والے ہوتے، نیز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں کبھی بھی اپنے نفس کے لئے کسی سے بدلہ اور انتقام نہیں لیا، لیکن اگر اللہ کی حرمات (یعنی محترم کردہ چیزوں) کی پامالی اور بے عزتی کی جاتی تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے لئے اس پر انتقام لیتے))۔ (یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے)۔

حدیث کے راوی کی تعریف:

یہ ام المومنین سیدہ عائشہ بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ ہیں، بڑی فقیہہ اور عالمہ تھیں، ان سے بہت زیادہ حدیثیں مروی ہیں۔

حدیث کا اجمالی معنی:

اس حدیث میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ دین اسلام بہت ہی آسان دین ہے اور اس میں تسامح یعنی عفو ودر گذر کو مقام بلند حاصل ہے، نیز یہ حدیث اس پر واضح دلیل ہے کہ جب بھی پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمور دنیا میں سے دو (۲) چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو اپنانے کا اختیار دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے جو سب سے سہل اور آسان تر چیز تھی اسی کو اُپنایا بشرطیکہ وہ آسان چیز کسی گناہ پر مشتمل نہ ہو، اگر ایسا ہوتا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رشد وبھلائی کی چیز کو اپناتے. نیز اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر ہوئے کسی ظلم وزیادتی کا کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی یعنی (دیہاتی) کو معاف کر دیا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مارنے کیلئے تلوار

بلند کی. اور اسی طرح اس شخص کو بھی معاف کر دیا جس نے اپنی چادر آپ ﷺ کے گلے میں ڈال کر اتنی شدت سے کھینچی کہ آپ ﷺ کے گلے اور کندھے پر اس کی شدت رگڑ سے نشان پڑ گئے، یہ تمام واقعات تسامح یعنی عفو و در گذر کے سلسے میں تابندہ دلیل ہیں، البتہ اللہ کے حقوق میں تسامح نہیں.

حدیث کے فوائد:

١. یہ واضح کرنا اور بتلانا ہے کہ دین اسلام سراپا آسان اور تسامح کا دین ہے بشرطیکہ اس میں کہیں گناہ اور اللہ کی نافرمانی کی چیز نہ ہو۔

٢. عفو و در گذر اور تسامح مسلمانوں کے اندر آپسی میل و محبت، الفت ور حمدلی اور بھائی چارگی کی واضح دلیل ہے۔

٣. پیارے رسول ﷺ کے عفو و در گذر اور ان کے صبر وضبط میں ہمیں ان کی اقتداء کرنی چاہیے۔

٤. جو مسلم عفو و در گذر سے کام لیتا ہے (یعنی اپنے اوپر ہوئے مظالم کو معاف کر دیتا ہے) اللہ تعالی بروز قیامت اسے اجر عظیم سے نوازے گا۔

٥. عفو و در گذر بندوں کے اپنے خاص حقوق کے اندر ہے، اللہ کے حقوق کے اندر عفو و تسامح نہیں ہے۔

٦. عفو و در گذر کسی کمزوری اور عاجزی و بے بسی کی وجہ سے نہ ہو بلکہ اللہ کے نزدیک اجر عظیم کے حصول کی خاطر ہو۔

٧. دین کے اندر کسی منکر یعنی غیر شرعی چیز کو دیکھ کر اس پر سکوت اختیار کرنا اور چپ رہنا یہ عفو اور تسامح میں داخل نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

حدیث نمبر(۱۲):

انسان کے اوپر دوستوں کی صحبت کا اثر

عن أَبي موسى الأشعري – رضي الله عنه – أن النبي – صلى الله عليه وسلم – ، قَالَ: ((إنَّمَا مَثلُ الجَلِيسِ الصَّالِحِ وَجَلِيسِ السُّوءِ ، كَحَامِلِ المِسْكِ ، وَنَافِخِ الْكِيرِ ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ : إمَّا أنْ يُحْذِيَكَ ، وَإمَّا أنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ ، وَإمَّا أنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحاً طَيِّبَةً ، وَنَافِخُ الكِيرِ : إمَّا أنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ ، وَإمَّا أنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحاً مُنْتِنَةً)) مُتَّفَقٌ عَلَيهِ .

ترجمہ:

ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((یادرکھو کہ نیک اور برے ہمنشین کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کہ مشک کی تجارت کرنے والا اور بھاتھی چلانے والا، تو مشک بیچنے والا یا تو خود تمہیں اس میں سے کچھ دے گا اور یا تو تم اس سے مشک خرید لوگے اور یا تو تم اس کی صحبت سے بہترین پاکیزہ خوشبو سے لطف اندوز ہوگے، اور بھاتھی چلانے والا یا تو تمہارے کپڑے کو جلادے گا اور یا تو تمہیں اس بھاتھی سے بدبودار ہوا ملے گی))

(یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے)۔

(بھاتھی ایک آلہ ہے جو چمڑا یا کسی دوسری چیز سے بنا ہوا ہوتا ہے. اس کو استعمال کرکے لوہا وغیرہ پگھلانے اور گرم کرنے کے لئے اس کے ذریعہ تیز ہوا آگ کو پہنچاتے ہیں تاکہ آگ میں شدت اور شعلہ پیدا ہوجائے) ۔

حدیث کے راوی کی تعریف:

ابو موسی عبد اللہ بن مسلم الاشعری ہیں آپ بہت مشہور صحابی جلیل ہیں، شہر کوفہ پر آپ امیر یعنی گورنر بنائے گئے اور ۵۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

حدیث کا اجمالی معنی:

حدیث شریف کے اندر نہایت واضح دلیل اور ثبوت موجود ہے کہ نیک، صالحین اور اخلاق کریمانہ رکھنے والے لوگوں کو مجالس اور ان کی صحبت کا آدمی کی سعادت اور شریف بننے میں بڑا زبردست اثر پڑتا ہے، اور ہر ساتھی اپنے ساتھی کی پیروی کرتا ہے. اور اس کے برعکس گھٹیا اخلاق اور برے کردار والوں کی صحبت انسان کو بدبخت اور کمینہ صفت بننے میں اہم رول ادا کرتی ہے. اللہ کے رسول ﷺ نے ان دونوں مثالوں کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کرکے ہر ایک کی حقیقت حال سے مطلع کردیا ہے۔

حدیث کے فوائد:

١. دین اسلام نے اس کا بڑا اہتمام کیا ہے کہ مسلم اپنے بچوں کو صالحین کی مجلس اور ان کی صحبت اپنانے کی تلقین کریں۔

٢. انسان خیر وشر میں اپنے دوست کی صحبت سے متاثر ہوتا ہے۔

٣. اللہ کے نیک بندوں کی صحبت اپنانے پر رغبت دلانا۔

٤. نیک اور صالحین کی صحبت کا یہ عظیم فائدہ ہے من جملہ دیگر فائدوں کے کہ وہ خیر کے اندر انسان کا تعاون اور مدد کرتے ہیں اور شر اور بری چیزوں سے ڈراتے اور روکتے ہیں۔

٥. مسلم کو چاہئے کہ وہ بری خصلت اور بد دینی کردار رکھنے والے لوگوں کی صحبت اپنانے سے دوسروں کو روکیں جیسے کہ نماز نہ پڑھنے والے، سگریٹ پینے والے، جوا وغیرہ کھیلنے والے لوگ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

حدیث نمبر(١٣):

زبان اور ہاتھ کو ظلم وزیادتی سے بچانا

عن أَبي موسى الأشعري – رضي الله عنه – قَالَ : قُلْتُ : يَا رسولَ اللهِ أَيُّ المُسْلِمِينَ أفْضَلُ ؟ قَالَ : ((مَنْ سَلِمَ المُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانهِ وَيَدِهِ)) متفق عَلَيْهِ .

ترجمہ:

ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ کونسا مسلمان افضل ہے؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ((وہ جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام مسلمان محفوظ رہیں))۔(یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے)۔

حدیث کے راوی کی تعریف:

ابو موسی عبد اللہ بن مسلم الاشعری ہیں آپ بہت مشہور صحابی جلیل ہیں، شہر کوفہ پر آپ امیر یعنی گورنر بنائے گئے اور ٥٠ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

حدیث کا اجمالی معنی:

یہ حدیث زبان کو قابو اور حفاظت میں رکھنے کی دلیل ہے، یعنی زبان کو غلط بات غیبت، چغلخوری، گالی گلوچ سے بچا کے رکھنا. اس لئے کہ ایک مسلم کا اپنے بھائی کو تکلیف اور غم پہنچانے سے باز رہنے پر محافظت کرنے کی بڑی سخت تاکید ہے. یہاں زبان کو اس لئے بطور خاص ذکر کیا گیا ہے کہ دل کی ترجمانی زبان ہی کرتی ہے، اسی طرح اس حدیث میں ہاتھ کو قابو اور بچا کر رکھنے کی بھی دلیل ہے. اس لئے کہ اکثر وبیشتر کام ہاتھ ہی سے انجام دئے جاتے ہیں. دیگر اعضاء کو چھوڑ کر صرف ہاتھ کو ذکر کرنے میں ایک خاص نکتہ یہ ہے کہ ہر کام کے انجام دینے میں معنوی طور پر ہاتھ ضرور شامل ہوتا ہے جیسے کہ ناحق کسی دوسرے کے حق پر قبضہ کرنا وغیرہ۔

حدیث کے فوائد:

١. دوسروں کے حقوق کو غصب کرنے، چھیننے اور اس پر ظلم وزیادتی کرنے سے باز رہنا، خواہ وہ چیز معمولی ہی کیوں نہ ہو۔

٢. اچھے مسلم وہی ہیں جن کی ایذارسانی سے مسلم محفوظ اور مامون رہیں، یعنی جو مسلم اپنے دیگر بھائیوں کو کسی طرح بھی تکلیف نہ پہنچائے وہی اچھا مسلم ہے۔

٣. کسی بھی انسان کو سخت سست اور گالی گلوچ دینے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

۴. لوگوں سے ایسی بات بیان کرنے سے پرہیز کرنا جسے سن کر انہیں تکلیف محسوس ہو۔

۵. کسی کی ایسی بات نہ نقل کی جائے جو دوستوں کے درمیان نفرت، عداوت اور دشمنی و جدائی کا سبب بن جائے۔

۶. اپنے ساتھیوں کی کوئی بھی چیز بغیر ان کی اجازت کے نہیں لینی چاہئے جیسے کہ قلم، پٹری وغیرہ۔

☆☆☆☆☆☆☆

حدیث نمبر(١٤):

اپنے مسلم بھائی سے محبت کرنا فرض ہے

عن أنس – رضي الله عنه – ، عن النَّبيّ – صلى الله عليه وسلم – ، قَالَ : ((لا يُؤمِنُ أحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لأَخِيهِ مَا يُحبُّ لِنَفْسهِ)) مُتَّفَقٌ عَلَيهِ .

ترجمہ:

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((تم میں سے کوئی بھی شخص اس وقت تک ایمان والا نہیں ہوگا یہاں تک کہ وہ اپنے مسلم بھائی کے لئے ویسی ہی چیز پسند کرے جو اپنی خاطر پسند کرتا ہے))۔ (یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے)۔

حدیث کے راوی کی تعریف:

اس حدیث کے راوی انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہیں، آپ سے بھی بہت زیادہ حدیثیں مروی ہیں، آپ کا انتقال ٩٢ھ میں ہوا۔

حدیث کا اجمالی معنی:

اس حدیث میں اس بات پر قوی دلیل ہے کہ ایک مسلم کا اپنے دوسرے مسلم بھائی سے محبت رکھنا واجب ہے. اور محبت سے مراد یہ ہے کہ ایسی چیز کی طرف میلان رکھنا جو دوست کو موافق اور ہمنوا بنادے، اور بسا اوقات یہ محبت اس کے حواس کے ذریعہ ہوتی ہے جیسے کہ حسن صورت، یا کبھی کسی فعل اور کام کے ذریعہ جیسے کہ اس کی ذات کے لئے فضل اور کمال کی چیز، یا اس کی طرف احسان کرکے جیسے کہ نفع بخش چیز کو اس کے لئے حاصل کرنا اور دکھ درد اور تکلیف کو اس سے دور کرنا، ایسے ہی اپنے دوست کے لئے اسی طرح کی چیز پسند کرے جس طرح کی چیز اس نے اپنے لئے پسند کی ہے. خواہ یہ چیزیں محسوسات میں سے ہوں یا معنوی چیزوں میں سے ہوں. حدیث کا ظاہر ہمیں یہی بتلاتا ہے کہ آپس میں مساوات ہونا چاہئے اور ایک دوسرے کو تواضع اور اچھے عمل پر ابھارنا چاہئے، نیز یہ دینی محبت اس وقت تک نہیں مکمل ہوگی جب تک آپ کینہ حسد خیانت غل تحقیر وبغض ونفرت دھوکہ دہی نہیں چھوڑیں گے، یہ تمام کے تمام خصال اور صفتیں نہایت مذموم اور حد درجہ بری ہیں۔

حدیث کے فوائد:

۱. ایمان میں کامل ہونے کی یہ علامت ہے کہ ایک مسلم اپنے دیگر مسلم بھائیوں کے لئے وہی کچھ جیسی چیزیں پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، اور جو چیزیں اس کے نزدیک معیوب اور بری و ناپسندیدہ ہیں، تو انہیں دوسرے کے لئے بھی معیوب اور برا سمجھے۔

۲. بغض و حسد ایمان میں کمی اور نقص کا سبب بن جاتے ہیں۔

۳. ایک مسلم کا اپنے بھائی سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی نیکی، خیر اور بھلی چیزوں کی طرف رہنمائی کرے اور اسے ظلم و زیادتی اور بری عادتوں سے روکے۔

۴. انانیت سے بہت دور رہو اور اس سے بچو، انانیت کہتے ہیں کہ سب کچھ بس صرف تمہیں ہی چاہئے کسی دوسرے کو وہ تھوڑی سی بھی نصیب نہ ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆